

# احکامِ رمضان

○ رمضان المبارک ○ روزہ ○ زکوٰۃ ○ صدقۃ الفطر ○ اعتکاف ○ شب قدر  
○ تراویح اور ترویج سے متعلق احکام و مسائل، اختصار و استناد کے ساتھ

مرتب

مولانا محمد عبدالقوی

ناشر: ادا ان لا اشرف العلوم، میٹر آباد

# احکام رمضان

• رمضان المبارک • روزہ • زکوٰۃ • صدقۃ الفطر • شب قدر  
• تراویح اور ترویج سے متعلق احکام و مسائل اختصار و استناد کے ساتھ

مرتب

مولانا محمد عبدالقوی

ناشر

آلاء اشرف العالی  
حیدرآباد

## تفصیلات طباعت

نام کتاب	: احکام رمضان
مرتب	: مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلہ
صفحات	: ۳۲
سن اشاعت	: ۱۴۳۲ھ
کمپوزنگ	: حافظ عبداللہ عفان 7396874115
طباعت	: السبلاغ گرافکس 9441025508
ناشر	: ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد
ملنے کا پتہ	: برکات بکڈ پوخواجہ باغ سعید آباد، حیدرآباد
قیمت	: 20/-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تقدیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

برادران اسلام! اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے حد کرم، بے انتہا احسان ہے کہ اس نے اپنی قدرت سے ہمیں ایک بار پھر رمضان المبارک کی بابرکت ساعتوں و مقدس لمحوں سے ہمکنار کیا، کتنے بھائی ہیں جو سال گزشتہ اس نعت عظمیٰ و غنیمت کبریٰ میں ہمارے شریک تھے اور اب وہ اعمال کی توفیق سے محروم ہو کر برزخ میں محو خواب ہیں لیکن اللہ پاک ہمیں تہذیب اخلاق و اصلاح احوال کے لئے ایک اور زرین موقع عنایت فرما رہے ہیں۔

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔ خوش نصیب و خوش بخت ہیں وہ جو ان گھڑیوں کی قدر کر لیں اور زندگی کی تھوڑی سی ترتیب بدل کر اس ماہ کی رحمتوں اور مغفرت کی وسعتوں سے مالا مال ہونے کے لئے تیار و آمادہ ہو جائیں (جس میں رب العزت نے نوافل کو فرائض اور فرائض کو ستر گنا زائد کا درجہ عطا کرنے کا وعدہ فرمایا) بڑے ہی محروم ہیں وہ جو دنیا کی مٹنے والی راحتوں اور فنا ہونے والی عزتوں کی خاطر ایسے موسم بہار میں بھی ٹس سے مس نہ ہوں اور رمضان کے مقدس و مبارک ایام ان پر سے گزر جائیں مگر وہ کچھ حاصل نہ کر سکیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ ایک موقع پر جبرئیل علیہ السلام نے اس محروم پر ہلاکت کی بددعا فرمائی جس نے رمضان المبارک میں بھی ایسے اعمال نہ کئے جس سے وہ مغفرت کا مستحق ہو سکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین فرمائی۔ اللہ اکبر! کیا ٹھکانہ ہے اس محرومی کا کہ ملائکہ کے سردار بددعا فرمائیں اور انبیاء کے سردار آمین کہیں (اللہ ہماری اس محرومی سے حفاظت فرمائیں) یہی وجہ ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے صحابہ کرامؓ، اولیاء، علماء اور صلحاء امت ہمیشہ رمضان المبارک کی تیاری ہفتوں

سے شروع فرمادیتے تھے۔ اور رمضان المبارک کا چاند نظر آتے ہی تمام اذکار و مشاغل سے یکسو ہو کر عبادتِ الہی و طاعتِ خداوندی میں منہمک و مصروف ہو جاتے تھے۔ تلاوت قرآن، کثرت ذکر سے ہر وقت رطب اللسان رہتے۔ نیز دعاؤں کا شدت سے اہتمام فرماتے تھے۔

مگر کس قدر افسوس ناک اور کس درجہ اندوہناک ہے امت کا یہ حادثہ کہ ہمارے زمانہ میں رمضان شریف کا اہتمام کم ہوتا جا رہا ہے۔ اور جہاں ہو رہا ہے وہاں خرافات و محدثات کی کثرت، روشِ سنت سے انحراف اور طریق سلف سے اختلاف بکثرت پایا جا رہا ہے۔ (الاما شاء اللہ) نوجوان، روزہ کی نعمت کو مصیبت سمجھ رہے ہیں۔ امراء و رؤساء سے مفلسین و مساکین کا حق تصور کر رہے ہیں۔ ہونٹوں باز اوروں میں مسلمان بلا تکلف خورد و نوش میں مصروف نظر آ رہے ہیں۔ روزہ کا تو یوں ناس ہوا، تراویح کو علی العموم عوام میں تھکن و تھکاوٹ کے بہانے اور تعلم یافتہ طبقہ میں ضروری غیر ضروری کی تقسیم، آٹھ اور بیس کی تعین کے بہانے ترک کیا جا رہا ہے۔

رہ گئے دیگر اعمال و اشغال، تلاوت قرآن و ذکر رحمان، انفاق فی سبیل اللہ دعوت الی اللہ کے کاموں میں اس ماہ مبارک کی نسبت سے اضافہ کرنا تو اس پر پیداوار مولویت، دقیا نویت اور قدامت کا فتویٰ لگا کر بے ضرورت و بے حیثیت قرار دیا جا رہا ہے۔

ستم بالائے ستم یہ کہ ان ملحدانہ خیالات و فاسقانہ نظریات کی زبان و قلم کے ماہرین سرپرستی کر رہے ہیں اور اعمال سے کترانے، مال پر اترنے والے دولت مند دل کھول کر ان کی اشاعت میں حصہ لے رہے ہیں۔

اب ایک طرف امت کی یہ بڑھتی ہوئی بے دینی اور ترقی کرتی ہوئی غفلت کو دیکھ کر، دوسری جانب مجسمِ رافت و سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امت اور اس کی نسلوں کی خاطر شب و روز کی کوشش و کاوش اور صبح و شام کی جدوجہد کو سوچ کر ہر ہوشمند و عقلمند مسلمان کا قلب مضطرب اور روح بے چین ہو جاتی ہے اور حمیتِ ایمانی و غیرتِ اسلامی پکاراٹھتی ہے۔

اے بسراپردہ بیثرب بخواب  
خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

ایسے حالات میں مسلمانوں کے پینے اور سنورنے کے لئے اہل اللہ کی صحبت و کتب دینیہ کا مطالعہ از حد ضروری ہے لیکن ان کاموں کے لئے اولاً تو رغبت نہیں رغبت ہو تو فرصت نہیں ہے۔

چنانچہ رمضان شریف اور اس کے متعلقہ فضائل و مسائل کی کتابوں کی بھی کمی نہیں لیکن ذوق مطالعہ کے فقدان کی وجہ سے عوام ان سے استفادہ کرنے سے محروم ہیں۔ اس لئے اگلے صفحات میں اس ناکارہ نے نہایت اجمال و اختصار کے ساتھ انہیں پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ بیک مجلس انہیں پڑھا جاسکے۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے وہ اس حقیر سی کاوش کو قبول فرما کر ذریعہ ہدایت اور وسیلہ نجات بناویں

محمد عبد القیود

ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

## باب اول: فضائل رمضان کے بارے میں

### رمضان المبارک

#### جب رمضان المبارک شروع ہوتا ہے تو

(۱) جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری: ۳۲/۳)

(۲) شیاطین قید کئے جاتے ہیں۔ (ایضاً)

(۳) ہر شب کو ایک منادی پکارتا ہے۔ اے خیر کے چاہنے والے! آگے بڑھ اور شرکاراہہ کرنے والے! پیچھے ہٹ۔ (ترمذی: ۳۹/۱)

(۴) اللہ تعالیٰ اس ماہ مبارک کی برکت سے بے حساب آدمیوں کو دوزخ سے خلاصی نصیب فرماتا ہے۔ (ایضاً)

(۵) اس ماہ میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (سورۃ القدر)

(۶) نفل کام کا اجر فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر فرضوں کے بقدر عطا کیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ: ۱/۱۷۳)

(۷) اس مہینہ کو صبر و غم خواری کا مہینہ قرار دیا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ: ۱/۱۷۴)

(۸) اس ماہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ (ایضاً)

(۹) اس مہینہ کا عشرہ اول رحمت، عشرہ ثانی مغفرت اور عشرہ آخر دوزخ سے چھٹکارے کا ذریعہ ہے۔ (ایضاً)

(۱۰) اس مہینہ کی آخری رات میں اللہ تعالیٰ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ داروں کے لئے مغفرت کا اعلان فرماتے ہیں۔ (ایضاً)

(۱۱) اس مبارک مہینہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف خصوصیت سے متوجہ ہو جاتے ہیں خاص رحمت نازل فرماتے ہیں، گناہوں کو معاف فرماتے ہیں اور دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں۔ (فضائل رمضان بحوالہ طبرانی)

(۱۲) ہر شب و روز میں مسلمان کی ایک دعا تو ضرور قبول ہوتی ہے۔ (ایضاً)

(۱۳) بندوں کا ایک دوسرے سے اعمال میں بڑھنے کی کوشش کرنا دیکھ کر اللہ تعالیٰ خوش

ہوتے اور فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں۔

(۱۴) اس مہینہ کی ہر رات میں ایک پکارنے والا خدا کی طرف سے پکارتا ہے کہ ہے کوئی

مانگنے والا کہ میں اس کو دوں، ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کو معاف کر دوں، ہے کوئی مغفرت

چاہنے والا کہ میں اس کو بخش دوں۔ (ایضاً)

(۱۵) اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں اس ماہ مبارک میں نازل ہوئیں۔

## روزہ

(۱) جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک دروازہ کا نام ریان ہے وہ صرف روزہ داروں

کے لئے ہے۔ ان کے علاوہ کوئی اور اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ (بخاری: ۳/۳۲)

(۲) جو شخص ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ رمضان کا روزہ رکھے اس کے پچھلے (صغیرہ)

گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ: ۱/۱۷۳)

(۳) روزہ دوزخ کی آگ سے ڈھال (بچانے والا) ہے۔ (بخاری: ۳/۳۱)

(۴) روزہ کی منہ کی بدبو جو (خلوئے معدہ سے پیدا ہوتی ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک

سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (ایضاً)

(۵) روزہ دار کو دو خاص خوشیاں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک تو افطار کے وقت دوسرے قیامت

میں خدا سے ملنے کے وقت۔ (بخاری: ۳/۳۲)

(۶) روزہ اللہ تعالیٰ سے بندہ کی سفارش کرتا ہے کہ میں نے اس کو کھانے پینے اور شہوات کی

تکمیل سے روک رکھا ہے۔ اب آپ میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرمائیے۔ تو اللہ تعالیٰ

قبول فرمالتے ہیں۔ (مشکوٰۃ: ۱/۱۷۳)

(۷) روزہ دار کے لئے افطار تک مچھلیاں پانی میں مغفرت کی دعا کرتی رہتی ہیں۔

(۸) حاملین عرش کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی عبادت چھوڑ کر روزہ دار کی دعاؤں پر آمین کہا

کریں۔

(۹) روزہ دار کی دعا کو اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں فرماتے۔



(۱۰) رمضان کے بعد چھ روزے شوال میں اور رکھ لے تو اللہ تعالیٰ پورے سال کے روزوں کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ (مسلم: ۱۲۹/۳)

## سحری

- (۱) اللہ تعالیٰ سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔ (معارف الحدیث: ۴/۱۳۱)
- (۲) فرشتے ان پر رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ (ایضاً)
- (۳) سحری میں برکت ہے۔ (بخاری: ۳۸/۳)
- (۴) اہل کتاب اور مسلمانوں کے روزوں کے درمیان سحری ہی کا فرق ہے۔ (ترمذی: ۲۱۶/۱)

## افطار

- (۱) جب تک لوگ (وقت ہونے کے بعد) افطار میں جلدی کرتے رہیں گے خیر کے ساتھ رہیں گے۔ (بخاری: ۳/۴۷)
- (۲) (وقت ہو جانے کے بعد) افطار میں جلدی کرنے والے بندے اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں۔ (ترمذی)
- (۳) افطار کے وقت خدا کی طرف سے روزہ دار کو (ایک خاص طرح کی) خوشی حاصل ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ: ۱/۱۷۳)
- (۴) افطار کے وقت روزانہ ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

## افطار کرانا

- (۱) روزہ دار کو افطار کرانے سے اللہ تعالیٰ افطار کرانے والے کے گناہ بخش دیتے ہیں۔ دوزخ کی آگ سے خلاصی نصیب ہوتی ہے اور افطار کرانے والوں کے ثواب میں کمی کئے بغیر ان سب کے برابر اجر اللہ تعالیٰ افطار کرانے والے کو عطا فرماتے ہیں۔ (ترمذی: ۱/۱۴۳)
- (۲) روزہ دار کو پانی پلانے والے کے لئے حضور ﷺ کا وعدہ ہے کہ اس کو قیامت کے دن حوض کوثر سے پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخلہ تک اس کو پیاس نہیں لگے گی۔ (مشکوٰۃ: ۱/۱۷۴)

## قیام لیل

- (۱) رمضان شریف کی راتوں میں عبادت کرنے والے کے پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف

ہو جاتے ہیں۔ (ترمذی: ۲۰۹/۱)

(۲) رمضان شریف کی راتوں میں (عبادت اور نمازوں کے لئے قیام کو اللہ تعالیٰ نے (تطوع) کا ثواب فرمایا ہے۔

(۳) نیز تراویح کی نماز سنت مؤکدہ ہے۔ (رد المحتار: ۱/۵۳۰)

## شب قدر

(۱) شب قدر میں ایمان اور ثواب کی نیت کے ساتھ عبادت میں مشغول رہیں تو پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری: ۳/۵۹)

(۲) شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (سورۃ القدر: ۲)

(۳) شب قدر میں قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کیا گیا ہے۔ (ایضاً)

(۴) جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ دنیا میں نازل ہوتے ہیں۔ (ایضاً) اور وہ ہر عبادت کرنے والے پر رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

(۵) جبرئیل علیہ السلام کے سوا وہیں جن میں سے وہ دو کو صرف شب قدر میں کھولتے ہیں۔ جو مشرق و مغرب تک پھیل جاتے ہیں۔ (بخاری: ۳/۶۰)

(۶) فرشتے عبادت گزاروں سے مصافحہ کرتے ہیں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں۔

(بخاری: ۳/۶۰)

(۷) اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور انھیں معاف فرماتے ہیں۔

(بخاری: ۳/۳۲)

(۸) اس رات کی برکتیں حاصل کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاشی کا خود اہتمام

فرماتے تھے اور دوسروں کو حکم فرماتے تھے۔ (مسلم: ۳/۱۷۵)

(۹) شب قدر کی برکتوں سے جو محروم رہ گیا وہ تمام ہی خیر سے محروم رہا۔ (مشکوٰۃ: ۱/۱۸۳)

## اعتکاف

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک برابر رمضان کے عشرہ اخیر میں اعتکاف کا اہتمام فرماتے

رہے۔ اور وفات والے سات تو بیس یوم اعتکاف فرمایا۔ (فضائل رمضان عن طبرانی: ۵۴)

(۲) معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔

(۳) اور اس کیلئے اس قدر نیکیاں لکھی جاتی ہیں جتنی کہ کرنے والوں کیلئے لکھی جاتی ہیں۔

(۴) اگر کوئی ایک دن بھی خدا کی رضا کی خاطر اع تکاف کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین بڑی بڑی خندقیں کھودیتے ہیں۔

رجل من غفلت ناقابل تلافی نقصان (۶)

رمضان المبارک اور اس کے اعمال سے متعلق فضائل کی تفصیل جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ ان اعمال سے اور اس مبارک مہینے کی رحمتوں سے غفلت کرنے اور لاپرواہی برتنے والوں کے حق میں آپ نے سر ایا شفقت و مجسم رحمت ہونے کے باوجود جو شدید وعیدیں سنائی ہیں اسے بھی پڑھتے چلنے تاکہ ہمیں عمل و جہد میں ساعی اور کوشاں رہنے اور غفلت سے بچنے میں مدد مل سکے۔ (۶)

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو فریب کر کے منبر مبارک پر تشریف لے جا رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو آمین فرمایا پھر دوسری اور تیسری پر بھی اسی طرح آمین فرمایا۔ جب آپ نیچے اترے تو صحابہ کرام کے استفسار پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب میں پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ہلاک ہو جاؤ جو شخص جو رمضان کو پائے مگر اس کی مکاحقہ قدر کر کے اپنی مغفرت نہ کرالے تو میں نے آمین کہا۔ (پھر مجھ سے میرے ذکر کے وقت درود نہ پڑھنے اور والدین کو ان کے بڑھاپے میں ناراض کرنے والے پر یہی بددعا کی اور میں نے آمین کہا) (بخاری: ۳/۳۴)

ایک حدیث میں ہے جو شخص رمضان کی برکتوں سے محروم رہا وہی حقیقی محروم اور بد نصیب ہے۔ (ایضاً)

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص روزہ رکھ کر بھی فضول کاموں اور جھوٹی باتوں سے نہ بچے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے پیاسے رتنے کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ (ایضاً)

ایک حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر عذر کے رمضان شریف میں روزہ نہ رکھے تو پوری عمر کے روزوں سے بھی اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ (ایضاً) ایک حدیث میں ہے جو شخص شب قدر کے خیر سے محروم رہا سارے ہی خیر سے محروم رہ گیا۔ (ایضاً)

ان احادیث سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ رمضان المبارک کی مبارک و مسعود ساعات میں

غفلت کرنا اپنا ہی کچھ بگاڑ لینا اور زبردست و خسران کا سامنا کرنا ہے۔ پوچھا کہ (۱۰)

اوقات کو کس طرح گزاریں.....؟

(۱) قرآن مجید کی تلاوت کی کثرت کریں خود جناب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل

کے ہمراہ قرآن مجید کا دور فرماتے تھے۔

(۲) نوافل و اذکار میں اپنی ہمت کے بقدر اضافہ کر دیں۔

(۳) مسلمانوں کی حاجات و ضروریات کی فکر اور ان کی پریشانیوں کے شریک ہو جائیں۔

(۴) کسی سے تکلیف پہنچے تو صبر کریں اور خود کسی کو تکلیف نہ پہنچائیں۔

(۵) کوئی ہم سے بھگڑے اور فضول بحث و مباحثہ میں مبتلا کرنا چاہے تو کہہ دیں کہ میرا

روزہ ہے۔

(۶) گالی گلوچ بلکہ فضولیات سے بھی اپنی حفاظت رکھیں۔

(۷) جھوٹ ہرگز نہ بولیں۔ اور نہ کسی کی غیبت کریں۔

(۸) محققین کے نزدیک شب قدر کسی تاریخ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اس لئے ہر شب

کچھ نہ کچھ عبادت کرنے کی کوشش کر لیں تاکہ اگر وہی شب قدر ہو تو ہمیں اس کی برکتوں سے حصہ

مل جائے۔

(۹) نفل کاموں کا ثواب چوں کہ فرضوں کے برابر ملتا ہے۔ اس لئے جس قدر ہو سکے

ضرورت مندوں کی مالی مدد بھی کریں۔

(۱۰) اپنے خدام اور ماتحتوں کے کام اور ذمہ داریوں میں تخفیف کریں۔

(۱۱) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور استغفار کی کثرت کریں۔

(۱۲) جنت کا سوال اور جہنم سے پناہ مانگتے رہیں۔

(۱۳) نہایت عاجزی اور تواضع سے دعاؤں کا اہتمام رکھیں۔

(۱۴) اخبار بینی وغیرہ جیسے مباح کاموں میں بھی وقت کم سے کم لگائیں۔

(۱۵) ویڈیو، ٹی وی، سینما نہ دیکھیں اسی طرح ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ وغیرہ کے ذریعہ گانے

وغیرہ سننے سے سخت پرہیز کریں۔

(۱۶) تہجد، اشراق، چاشت، اوایمن کا خاص اہتمام کریں۔

(۱۷) ہو سکے تو پورے عشرہ اخیر کے اعتکاف کا اہتمام کریں ورنہ جس قدر بھی موقعہ ملے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں گزاریں، خواتین بھی اپنے گھر میں جگہ متعین کر کے معتکف ہو سکتی ہیں۔ بلکہ انھیں بھی اہتمام کرنا چاہیے۔

(۱۸) بندوں کو دین کی دعوت دینے اور ان تک حق کو پہنچانے میں اپنی ہمت سے جس قدر ہو سکے کمی نہ کریں۔

(۱۹) نگاہ کی حفاظت، پردہ کا خاص اہتمام اور نامحرم سے بلا ضرورت بات کرنے سے سختی کے ساتھ بچیں۔

(۲۰) چڑچڑے پن، چیخ و پکار اور اہل و عیال اسی طرح ماتحتوں پر ظلم و زیادتی سے اپنی حفاظت رکھیں۔

یہاں تک رمضان شریف اور روزہ وغیرہ سے متعلق فضائل کا بیان تھا اب آگے ان ہی امور سے متعلق مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔

## باب دوم مسائل رمضان کے بیان میں

### روزہ کا حکم تعریف اور نیت

مسئلہ (۱) رمضان شریف کے روزے اسلام کا تیسرا رکن ہیں۔ ہر مسلمان عاقل و بالغ پر فرض ہیں۔ ان انکار کرنے والا کافر (بلا عذر شرعی) ترک کرنے والا فاسق ہے۔

مسئلہ (۲) عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنے کا نام روزہ ہے۔ (۱۴: ۱۹۶)

مسئلہ (۳) نیت کرنا روزہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے تاکہ عادت اور عبادت میں تمیز ہو سکے۔ (رد المحتار: ۱/۴۹۹)

مسئلہ (۴) صرف دل سے نیت کرنا شرط ہے الفاظ کہنا شرط نہیں۔ البتہ کہہ لینے میں مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ (۵) رمضان شریف کے روزہ کی نیت رات سے کر لینا افضل ہے۔ ٹھیک دوپہر سے ایک گھنٹہ قبل تک کر لینے سے نیت صحیح ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ کچھ کھایا پیانا نہ ہو۔  
(جواہر الفقہ: ۳/۴۸، ۱/۳۴۸)

### مفسدات

مسئلہ (۶) ان چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء و کفارہ دونوں لازم ہے۔  
(۱) روزہ میں قصداً کھانا (۲) پینا (۳) بیوی سے صحبت کرنا (۴) نیز اگر کسی نے سرمد لگا کر یا فصد لے کر یا تیل ڈال کر یہ سمجھ لیا کہ شاید میرا روزہ اس سے ٹوٹ گیا ہو اور پھر قصداً کھاپی لیا تو اس پر بھی قضاء و کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔ (ردالمحتار: ۱/۵۲۰)  
مسئلہ (۷) کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے ورنہ ساٹھ روزے بلاناغہ مسلسل رکھے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے۔ (ایضاً)  
مسئلہ (۸) ان چیزوں سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر صرف قضاء واجب ہو جاتی ہے کفارہ لازم نہیں ہوتا۔

(۱) کان اور ناک میں دوا ڈالنا۔ (۲) قصداً منہ بھرتے کرنا۔ (۳) کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جانا۔ (۴) عورت کو چھونے وغیرہ سے انزال ہو جانا۔ (۵) کوئی ایسی چیز نگل جانا جو عادتاً کھائی نہیں جاتی مثلاً تانبہ، پیتل، لکڑی، لوہا یا گیہوں کا دانہ وغیرہ۔ (۶) لوبان، عودا گرتی وغیرہ کا دھواں قصداً حلق میں پہنچانا، سگریٹ، بیڑی بھی اسی حکم میں ہیں۔ (۷) بھول کر کھاپی لینے کے بعد یہ سمجھ کر شاید روزہ ٹوٹ گیا قصداً کھاپی لینا۔ (۸) رات سمجھ کر صبح صادق کے بعد سحری کھانا۔ (۹) دن باقی تھا مگر غلطی سے آفتاب غروب ہو گیا سمجھ کر افطار کر لینا۔ (عمدة الفقہ: ۳/۳۹۶)

### مکروہات

مسئلہ (۹) ان کاموں سے روزہ ٹوٹتا تو نہیں مگر وہ ناپسندیدہ ہو جاتا ہے۔  
(۱) بلا ضرورت کسی چیز کو چبانایا نمک وغیرہ چکھ کر تھوک دینا۔ (۲) ٹوتھ پیسٹ، منجن یا کونٹے سے دانت صاف کرنا۔ (۳) دن بھر حالت جنابت (ناپاکی) میں رہنا۔ فصد کرنا، خون دینا بھی اسی میں داخل ہے۔ (۴) روزہ میں گالی گلوچ وغیرہ کرنا۔ (جواہر الفقہ: ۱/۳۸۰)

## مباحات

مسئلہ (۱۰) ان چیزوں سے روزہ نہ ٹوٹتا ہے نہ مکروہ ہوتا ہے۔ خیال سے کھانا یا پینا۔  
 (۱) مسواک کرنا۔ (خواہ اس کی کڑواہٹ حلق میں محسوس ہو) (۲) سر میں تیل لگانا۔  
 (۳) سرمہ لگانا یا آنکھ میں دوا ڈالنا۔ (اگرچہ اس کا رنگ تھوک میں محسوس ہو) (۴) گرمی یا پیمائش وغیرہ کی وجہ سے غسل کرنا۔ (۵) خوشبو نوگھنا۔ (۶) کسی قسم کا آنکھشن یا ٹیکہ لگوانا۔ (۷) بھول کر کھانا پینا۔ (۸) حلق میں بلا اختیار مکھی دھواں یا گرد و غبار وغیرہ کا چھلا جانا۔ (۹) کان میں پانی چلا جانا یا قیصر اڈالنا۔ (۱۰) خود بخود قے ہو جانا۔ (۱۱) سوتے ہوئے احتلام ہو جانا۔ (۱۲) دانتوں سے خون نکلے مگر حلق میں نہ جائے تو اس سے بھی روزہ میں خلل نہیں آتا۔ (۱۳) خواب میں یا صحبت کی وجہ سے غسل کی حاجت ہوئی اور صبح صادق سے پہلے غسل کئے بغیر روزہ کی نیت کر لی تو اس سے بھی روزہ میں خلل نہیں آتا۔ (جواہر الفقہ: ۱/۳۷۹)۔

## مستحبات

مسئلہ (۱۱) مندرجہ ذیل چیزیں مستحب ہیں اور بعض ان میں سے بعض کے نزدیک سنت بھی ہیں۔  
 (۱) سحری کھانا اگرچہ کہ ایک کھجور یا پانی ہی ہو۔ (۲) سحری آخری وقت میں کھانا۔  
 (۳) روزہ کی نیت کا زبان سے کرنا۔ (۴) افطار میں (وقت ہونے کے بعد) حب لدی کرنا۔  
 (۵) چھوڑے یا کھجور سے یا کسی میٹھی چیز سے افطار کرنا۔ (۶) افطار میں کسی اور روزہ دار کو شامل کر لینا۔ (۷) اپنے اعضاء کو مکروہات سے بچانا۔ (۸) مسواک کا اہتمام کرنا۔ (۹) عبادت وغیرات میں اور دنوں کے مقابلہ میں کثرت کرنا۔ (۱۰) روزہ میں ان چیزوں سے بچنا جن سے دوسرے اماموں کے نزدیک روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ الفقہ: ۳/۳۴۱)۔

## عذرات

مسئلہ (۱۲) ان عذروں کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا درست ہے لیکن بعد میں قضاء کرنا واجب ہے۔  
 (۱) ایسا مرض جس سے اپنی جان یا اپنے کسی عضو کے ہلاک ہو جانے یا مرض کے بڑھ جانے یا دیر سے درست ہونے کا قوی اندیشہ ہو۔ (۶)۔  
 (۲) وہ مسافر جو کم از کم (۸۸) اڑتالیس میل دور جانے کے ارادہ سے گھر سے نکلا ہو اس

میں تفصیل یہ ہے کہ اگر روزہ رکھنے میں اپنے کو یا ساتھیوں کو تکلیف و دقت کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے ورنہ روزہ رکھنا افضل ہے۔ (۳) ایسی مجبوری کہ جس میں قتل کی دھمکی کے ذریعہ روزہ سے باز رکھا گیا ہو۔

(۴) وہ حاملہ عورت جسے روزہ رکھنے میں اپنے یا بچہ کی جان کو خطرہ ہے۔ (۵)

(۵) وہ دودھ پلانے والی عورت جس کو روزہ رکھنے میں دودھ کے خشک ہو جانے یا حرارت بہنا رہنے کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے بچہ کو یا خود کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ (۶)

(۶) اس قدر شدید بھوک یا پیاس کہ ہلاکت کا خوف ہو۔

(۷) اس قدر بڑھا پاپا یا ایسا مرض کہ ضعف و ناتوانی کی وجہ سے روزہ پر قدرت ختم ہو جائے اور صحت و قوت کے لوٹنے سے مایوسی ہو جائے۔

(۸) عورت کے ایام حیض (ناناپاکی کے دنوں میں) اور نفاس (بچے کے پیدا ہونے کے بعد خون جاری رہنے کے دوران) روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ بعد میں قضاء کرے۔ (ایضاً)

مسئلہ (۱۳) روزہ کی نیت کے بعد سفر پیش آئے تو اب توڑنا درست نہیں باقی تمام اعضاء درمیان روزہ بھی پیش آویں تو روزہ کا توڑ دینا جائز ہے۔ (عمدة الفقہ: ۲۵۴/۳)

مسئلہ (۱۴) مرض وغیرہ کا مہلک ہونا اپنے یا کسی اور کے تجربے سے یا ظن غالب جو کہ یقین کے درجہ میں ہوتا ہے یا پھر مسلمان طبیب خاؤق کے کہنے سے معتبر ہوگا محض وہم و گمان اور اشکل کی وجہ سے روزہ توڑنا درست نہیں۔ (عمدة الفقہ: ۲۵۲/۳)

مسئلہ (۱۵) شیخ فانی (بہت بوڑھا) اور مایوس الصحت مریض روزوں کا فدیہ ادا کریں پھر اگر صحت و قوت لوٹ جائے تو قضاء بھی کریں۔ (اس صورت میں فدیہ کا ثواب علیحدہ ملے گا)۔

مسئلہ (۱۶) ایک روزہ کا فدیہ ایک صدقہ فطر ہے (یعنی پونے دو سیر گیہوں یا اس کی قیمت)۔

(عمدة الفقہ: ۳۲۸/۳)

## تراویح

مسئلہ (۱۷) رمضان شریف میں عشاء کی فرض اور وتر کے درمیان بیس رکعات نماز دو دو رکعت کر کے پڑھنا عورتوں اور مردوں پر سنت مؤکدہ ہے۔ (کنز: ۳۶)۔

۱۔ اس رسالہ کے آخر میں اس کے تفصیلی دلائل ملاحظہ فرمادیں



مسئلہ (۱۸) پورے رمضان میں تراویح میں ایک کلام پاک کر پڑھنا سننا سنت ہے۔ دو ختم کرنا فضیلت ہے اور تین کلام پاک کا ختم کرنا افضل ہے۔ بشرطیکہ رغبت اور عظمت سے سنا جائے۔ (ردالمحتار: ۳۲۱/۱)

مسئلہ (۱۹) اگر کسی جگہ بلا اجرت تراویح سنانے والا نہ ملے تو ”الم تر کیف“ سے پڑھ لے۔ کیوں کہ اس کے لئے اجرت دینا اور لینا دونوں حرام ہیں۔ (جواہر الفقہ: ۳۸۲/۱)

مسئلہ (۲۰) داڑھی کتروانے یا منڈوانے یا کسی اور کھلے فسق میں مبتلا شخص کو امام بنانا درست نہیں۔ ایسے امام کے پیچھے تراویح پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۲۳)

مسئلہ (۲۱) کلام پاک کو اس قدر تیز پڑھنا کہ حروف کٹنے لگیں صحیح نہیں ہے اور بڑے گناہ کی بات ہے۔ آج کل عام طور پر کم مدت میں سننے سنانے کے شوق میں کلام پاک کی بڑی بے ادبی کی جا رہی ہے اس سے نہ سننے والے کو ثواب ملتا ہے اور نہ سننے والے کو۔ (جواہر الفقہ: ۳۸۲/۱)

مسئلہ (۲۲) اگر کسی کی تراویح کی کچھ رکعتیں رہ گئی ہوں تو امام کے ساتھ وتر میں شریک ہو جائے۔ اور اس کے بعد چھوٹی ہوئی رکعتیں پڑھ لے۔ (ردالمحتار: ۳۲۵/۱)

مسئلہ (۲۳) نابالغ کو تراویح میں امام بنانا جائز نہیں ہے۔ (جواہر الفقہ: ۳۸۲/۱)

مسئلہ (۲۴) اگر امام کے ساتھ عشاء کی نماز نہ ملے تو تنہا چار رکعت فرض اور دو رکعت سنت پڑھ کر تراویح اور وتر میں امام کے ساتھ شریک ہو جانا درست ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۳۹/۶)

مسئلہ (۲۵) نماز تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر چار رکعت پڑھنے میں لگی ہے مستحب ہے۔ (ایضاً) اس سے کم بھی بیٹھ سکتے ہیں۔ اس کو ترویج کہتے ہیں۔ اس میں اختیار ہے چاہے تنہا نوافل پڑھے تسبیح پڑھے، تلاوت کرے یا خاموش رہے۔ کسی اجتماعی ذکر کی سختی سے پابندی کرنا یا مخصوص اوراد و اذکار بالجہر پڑھنا غلط ہے بنیاد اور طریق سلف کے بالکل خلاف ہے۔ اس بارے میں دیوبندی اور بریلوی کا جھگڑا بتانا نادانی ہے۔ دونوں کی کتابوں میں بڑوں سے اس مسئلہ میں صراحتاً یہی حکم موجود ہے۔

مسئلہ (۲۶) قرآن مجید ختم ہو جانے کے بعد بھی مہینہ ختم ہونے تک تراویح کا پڑھتے رہنا

ضروری ہے۔

## اعتکاف

مسئلہ (۲۷) رمضان شریف کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت متوکلہ علی الکفایہ ہے۔ یعنی اگر محلہ میں سے ایک شخص بھی اعتکاف نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے اور اگر ایک بھی کر لے تو کافی ہوگا۔ (عمدةاللفظ: ۳/۳۱۳)

مسئلہ (۲۸) اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں رکے رہنے اور بلا ضرورت شرعی و طبعی باہر نہ نکلنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ (ہدایہ: ۲۱۰/۱)

مسئلہ (۲۹) ضرورت شرعی (مثلاً نماز جمعہ) اور ضرورت طبعی (جیسے پیشاب، پاخانہ) کے لئے مسجد سے نکل سکتا ہے۔ کھانا بھی ضرورت طبعی میں داخل ہے۔ بشرطیکہ کوئی لالہ والا نہ ہو۔ لیکن اس کا خیال رہے کہ ضرورت پوری ہوتی ہی واپس ہو جائے۔ (ہدایہ: ۲۰۹/۱)

مسئلہ (۳۰) بلا ضرورت شرعی یا طبعی، مسجد سے اگر باہر نکلے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (ایضاً)

مسئلہ (۳۱) جمعہ یا ٹیڈنٹک کے لئے غسل کرنے کے واسطے مسجد سے باہر نکلنا درست نہیں ہے۔ (ایضاً: ۲۱۰/۱)

مسئلہ (۳۲) مردوں کو اذان و جماعت والی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہیے اور عورتیں اپنے گھر میں جگہ متعین کر کے اعتکاف کریں۔ (ہدایہ: ۲۰۹/۱)

مسئلہ (۳۳) حالت اعتکاف میں بے ضرورت کام یا دنیوی کام کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے تلاوت، ذکر، ربی کتب کے مطالعہ وغیرہ میں اوقات صرف کریں۔ (شامی: ۳/۴۴۱)

زکوٰۃ ۵۳ ۱/۲

مسئلہ (۳۴) تو سونا یا چاندی یا چاندی کی لکڑی یا چاندی کے بقدر رقم پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ بشرطیکہ اس پر سال گزار جائے۔ (جوامع اللفظ: ۱۰/۴۸۴)

مسئلہ (۳۵) کسی کے پاس تھوڑا سا سونا یا تھوڑی چاندی ہے تو اگر دونوں کی قیمت کا محب و موہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے بقدر ہونا ہو تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ (ایضاً)

مسئلہ (۳۶) سونا یا چاندی اگر خالص نہیں ہے بلکہ دوسری دھات بھی ملی ہوئی ہے تو ان میں سے جو دھات غالب ہے اس پر اس کا حکم لگے گا مثلاً اگر سونا غالب ہے تو سونا سمجھا جائے گا اور اس

کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی اور اگر بیتل غالب ہے تو بیتل کا حکم لگے گا۔ (ہدایہ: ۱۷۵/۱)

مسئلہ (۳۷) سونے چاندی کے زیور برتن گوٹہ ٹھپہ وغیرہ سب پر زکوٰۃ واجب ہوگی چاہے

انہیں استعمال کیا جا رہا ہو یا نہ کیا جا رہا ہو۔ (بہشتی زیور: ۲۵/۳)

مسئلہ (۳۸) سونا چاندی کے علاوہ اور جو سامان ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں چاہے جتنی قیمت

کا ہو جائے۔ البتہ یہ یا اور کوئی سامان و تجارت کے لئے ہوں تو اگر ان کی قیمت  $\frac{1}{4}$  تولہ چاندی

کے بقدر یا زائد ہے تو اس پر بھی سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔  $\frac{1}{4}$

(بہشتی زیور: ۲۵/۳)

مسئلہ (۳۹) جس پر زکوٰۃ واجب ہے اگر وہ سال گزرنے سے قبل زکوٰۃ ادا کرے تو بھی جائز

ہے اور جس نے سال گزرنے کے بعد بھی زکوٰۃ نہیں دی تو اس کے ذمہ واجب الادا رہے گی عمر بھر

میں کبھی بھی ادا کرنا لازم ہے۔ (مالا بدینہ: ۸۸)

مسئلہ (۴۰) مال کا چالیسواں حصہ یعنی  $\frac{1}{40}$  فیصد زکوٰۃ میں ادا کرنا واجب ہے۔

(مالا بدینہ: ۸۸)

مسئلہ (۴۱) زکوٰۃ کی رقم جملہ رقم سے علیحدہ کرتے وقت یا مستحق کو دینے وقت زکوٰۃ کی نیت

دل میں ہونا ضروری ہے ورنہ ادا نہ ہوگی۔ (مالا بدینہ: ۸۸)

مسئلہ (۴۲) زکوٰۃ کی رقم کئی غریبوں کو بھی دے سکتے ہیں اور کبھی ایک غریب کو بھی دے

سکتے ہیں البتہ اتنا نہ دے کہ خود اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

(عمدۃ الفقہ: ۵۷/۳)

مسئلہ (۴۳) اگر کسی نے کسی اور کو زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے کہا اور اس نے ادا کر دی تو زکوٰۃ ادا

ہوگئی لیکن اگر بغیر کہنے کسی نے زکوٰۃ ادا کر دی اور اس کے بعد اسے معلوم ہوا اور وہ اس سے راضی

ہو گیا تب بھی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ (بہشتی زیور: ۲۹/۳)

مسئلہ (۴۴) زکوٰۃ کی رقم سے مسجد بنوانا یا کسی رفاہی کام میں خرچ کرنا یا کسی لاوارث کے

گور و کفن کا انتظام کرنا درست نہیں ہے۔ (ہدایہ: ۱۸۵/۱)

مسئلہ (۴۵) اپنی زکوٰۃ اپنے اصول (واداء وادی، ٹاننا، نانائی، اسی طرح اوپر تک) اور اپنے

فروع (بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسہ نواسی اسی طرح نیچے تک) کو دینا درست نہیں اور بیوی اپنے شوہر کو اور



## نماز تراویح کی کتنی رکعتیں.....؟

نماز تراویح میں بیس رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں۔ اور اس کی جماعت بھی سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ نماز تراویح کی بیس رکعتیں ہونے پر ائمہ اربعہ نے اتفاق فرمایا ہے۔ نیز جمہور سلف و خلف کا اس پر مواظبت اور مداومت کے ذریعہ اجماع ہو چکا ہے۔ ائمہ اربعہ میں سے امام مالک بیس کے علاوہ چھتیس کے بھی قائل ہیں لیکن ان کے فقہ کی متون میں بیس ہی مذکور ہیں۔

(اختلاف امت اور صراط مستقیم: ۲۰/۲)

اس کے علاوہ یہ سولہ زائد رکعتیں وہ حضرات انفراداً ادا کرتے یا تراویح بالجماعہ میں۔ اصلاً وہ بیس ہی کے قائل ہیں باقی سولہ نوافل و زوائد کے درجہ میں ہیں۔ اور اس کا سنت ہونا دلائل شرعیہ واضحہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ عبد الرحمن الجزیریؒ فرماتے ہیں۔

اور تراویح مع الجماعہ کا سنت مؤکدہ ہونا رسول اللہ ﷺ کے فعل سے ثابت ہے۔ چنانچہ شیخین نے روایت کیا ہے کہ ”آپ ﷺ رمضان کی تیسویں چھبیسویں اور ستائیسویں شب میں باہر تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ نے آٹھ رکعتیں پڑھائیں۔ پھر لوگوں نے باقی رکعتیں گھر جا کر پوری کیں۔ اس حدیث سے ایک بات تو معلوم ہوتی کہ آپ نے مسلمانوں کے لئے تراویح مع الجماعہ کو سنت قرار دیا دوسرے اس سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ تراویح کی رکعتیں صرف آٹھ ہی نہیں بلکہ اس سے زائد تھیں۔ اسی لئے تو یہ لفظ ذکر کیا گیا ہے کہ ان لوگوں نے باقی رکعتیں گھر جا کر پوری کیں۔ رہ گیا یہ سوال کہ اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو آپ نے یہ نماز پابندی سے پڑھی ہے اور نہ ہی بیس رکعتیں، بلکہ صرف آٹھ رکعتیں آپ نے پڑھائی تھیں، اس کا جواب یہ ہے کہ سنت تو آپ نے پابندی سے بیس رکعت ہی قرار دی تھیں لیکن چونکہ آپ کو اس نماز کے فرض ہو جانے کا اندیشہ تھا اس لئے جماعت سے پابندی نہیں کرائی۔ جیسا کہ بعض روایات میں صراحتاً آیا ہے پھر جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے عملاً اس کی سنت

کو ظاہر فرمایا۔ اس طرح کہ لوگوں کو بیس رکعتوں پر جمع فرمایا اور تمام صحابہؓ نے اس سے اتفاق فرمایا۔ پھر حضرت عمرؓ کے بعد دونوں خلفائے راشدین حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بلا اختلاف اس پر عمل فرماتے رہے۔ ادھر ابو داؤد کی حدیث اور بہت سی روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرح خلفاء راشدین کے طریقہ کو بھی مضبوطی سے تھامنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کو ضروری قرار دیا ہے۔ اسی لئے جب امام ابو حنیفہؒ سے کسی نے حضرت عمرؓ کے اس عمل کے بارے میں پوچھا کہ انہوں نے کس بنیاد پر یہ عمل جاری کرایا تو انہوں نے جواب دیا کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے (کیونکہ) اس کو حضرت عمرؓ نے اپنے نفس کی خواہش سے نہیں جاری کیا اور نہ وہ بدعت کے جاری کرنے والے تھے بلکہ اس اصل اور دلیل کی بناء پر جاری کیا ہے جو ان کے پاس موجود تھی اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کے اجراء کا عہد کیا تھا۔

(الفقہ علی المذہب الاربعۃ للبخاری: ۱/۳۴۱)

اجماع صحابہؓ ہی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اصول فقہ کی اہم اصل ہے۔ اور نماز تراویح اور اس کی بیس رکعتیں ہونے پر نہ صرف یہ کہ ان کا اجماع ہوا ہے بلکہ غیر مقلدین کو چھوڑ کر پوری ملت اسلامیہ بشمول ائمہ اربعہ نے اس پر اتفاق و اہتمام کے ساتھ عمل فرمایا ہے۔ اور آج بھی سارے عالم کے مسلمان شرقاً و غرباً اس کو باقی رکھے ہوئے ہیں۔ تعریفیں تمام اس بے نیاز ذات کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت عطا فرمائی ہے۔ حیرت ہے کہ یہ غیر مقلدین خود کو تو پاسبان دین اور مجتہد فی الاسلام تسلیم کر لیتے ہیں مگر خلفاء ثلاثہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ صحابہ و تابعینؓ اور ائمہ کرام کے اجماع و اتفاق سے ثابت شدہ دین کے مسئلہ کو قبول کرنے تیار نہیں ہیں۔ بلکہ بیک جنبش قلم رد کر کے اپنی ضد پراڑے رہنا چاہتے ہیں۔ اور اسی ہٹ دھرمی و عناد کو دین کی بہت بڑی خدمت سمجھ کر سادہ لوح عوام کو بھٹکانے اور ان کے ذہن بگاڑنے کی ایک لاحقہ حاصل جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں۔ چونکہ دین کے اس اہم باب میں غیر مقلدین کے جانب سے بہت سی اوٹ پٹانگ باتیں شائع بھی کی جاتی رہتی ہیں۔ اور حسب عادت مخاطب پر رعب ڈالنے اور اپنی علاقگی ظاہر کرنے کے لئے ایسی احادیث و آثار کے (جن کا نہ نفس مسئلہ سے کوئی تعلق ہوتا ہے اور نہ ہی وہ ان کے دعویٰ کی دلیل بن سکتی ہیں) ڈھیر لگاتے رہتے ہیں۔ اس لئے عمومی استفادہ کے مد نظر ہم حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے درس ترمذی کا ایک

حصہ جو اس بات سے متعلق ہے پیش کرتے ہیں۔ یقین ہے کہ ایک متلاشی حق کے لئے یہ مضمون نہایت کافی ثابت ہوگا۔ وھوھذا ان اثباتاً لذلک ما رواه ابان بن عثمان

یہ بیس رکعتیں حضرت عمرؓ نے مقرر فرمائی تھیں۔ اس وقت صحابہ کرامؓ کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ ان میں سے کسی نے بھی حضرت عمرؓ کے اس عمل پر تکیہ نہیں فرمائی بلکہ اس پر عمل بھی کیا اور اس کے بعد تمام صحابہؓ و تابعینؓ اس پر عمل کرتے چلے آئے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ بیس رکعت پر صحابہ کرامؓ کا اجماع منعقد ہو گیا تھا۔ اگر صرف تنہا اسی دلیل کو لیا جائے تو بالکل کافی ہے۔ کیونکہ اگر بیس رکعت آنحضرت ﷺ سے ثابت نہ ہوتی تو حضرت عمرؓ سے زیادہ بدعات کا دشمن کون ہو سکتا تھا؟ اور اگر بالفرض ان سے کوئی غلطی ہوتی تو آنحضرت ﷺ کی سنت پر جان دینے والے صحابہ کرامؓ اس کو کیسے گوارا کر سکتے تھے؟ خواہ وہ ہم تک صحیح سند کے ساتھ نہ پہنچے۔ کاہوگا اس کی تائید حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مرفوع روایات سے ہوتی ہے جو حافظ ابن حجرؒ نے ”المطالب العالیہ“ میں مصنف ابن ابی شیبہؒ اور مسند عبد بن حمیدؒ کے حوالے سے نقل کی ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے“ یہ حدیث اگرچہ سند اضعیف ہے لیکن اجماع اور تعامل صحابہؓ سے اس کی تائید ہونے کی بناء پر اس میں قوت آگئی ہے۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث اس کے معارض ہے جس میں حضرت عائشہؓ نبی کریم ﷺ کے بارے میں بیان فرماتی ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ رمضان میں اور اس کے علاوہ بھی کبھی گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے“ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ رمضان میں بھی وتر کے علاوہ آٹھ رکعتوں سے زیادہ تراویح نہیں پڑھتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث تراویح کے بارے میں نہیں بلکہ تہجد کے بارے میں ہے۔ اس کے جواب میں غیر مقلدین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ نماز تراویح و نماز تہجد دونوں ایک ہی چیز ہیں اور یہ ثابت نہیں کہ آنحضرت ﷺ رمضان میں دو قسم کی نمازیں الگ الگ پڑھتے ہوں۔ لیکن غیر مقلدین کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ تراویح آنحضرت ﷺ کے عہد میں بھی حضرت عمرؓ کے عہد میں بھی ہمیشہ اول شب میں پڑھی گئی ہے جب کہ تہجد کی نماز آخر شب میں پڑھی جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت ابوذرؓ کی حدیث باب میں تیسویں پچیسویں اور ستائیسویں شب میں جو تراویح کی جماعت کا ذکر ہے ان تینوں راتوں میں اول شب میں تراویح پڑھی گئی۔ نیز آنحضرت ﷺ نے تہجد کی کبھی باقاعدہ جماعت نہیں فرمائی اور حضرت

ابو ذرؓ کی حدیث میں تراویح کے لئے باقاعدہ جماعت ثابت ہے لہذا تہجد و تراویح کو ایک قرار دینا بالکل غلط ہے۔

حضرت عائشہؓ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ رمضان یا غیر رمضان آپ تہجد کی ہمیشہ آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے اس سے تراویح کی بیس رکعتیں پڑھنے کی نفی نہیں ہوتی بلکہ حضرت عائشہؓ کی دوسری روایات اس کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً ”رسول اللہ ﷺ رمضان میں (عبادت میں) اتنی محنت فرماتے تھے جتنا غیر رمضان میں نہیں فرماتے تھے“ اگر رمضان اور غیر رمضان میں بالکل کوئی فرق نہیں تھا تو یہ اور اس جیسی دوسری احادیث کا کیا مطلب ہوگا؟ اس کے جواب میں بعض غیر مقلدین مذکورہ روایات کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ اس سے قیام کا طویل کرنا مراد ہے نہ کہ رکعتوں کا زیادہ کرنا۔ اولاً تو یہ بعید ہے کہ ساری رات میں آپ کل آٹھ رکعتیں ہی پڑھتے ہوں دوسرے جو موطا امام مالکؒ میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں کثرتِ صلوٰۃ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ جو اس توجیہ کی تردید کرتے ہیں اس لئے کہ یہ تکثیر تہجد میں تو ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اس کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرما چکی ہیں کہ رمضان وغیر رمضان میں تہجد کی رکعات میں اضافہ نہیں ہوتا تھا، لامحالہ یہ تکثیر تراویح کے ذریعہ تھی۔

(۲۵) ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ سے جس طرح بیس رکعات تراویح مراد ہے اسی طرح گیارہ تیرہ اور اکیس رکعتیں بھی ثابت ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ابتداء کا واقعہ ہے جب کہ صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے بیس رکعات پر عمل کا استنقراء اور اجماع نہیں ہوا تھا جس کی دلیل یہ ہے کہ جب سے بیس رکعات شروع ہوئیں اس کے بعد سے صحابہؓ و تابعینؓ کا تعامل اسی پر جاری ہو گیا۔ اور ائمہ اربعہؓ بھی اسی پر متفق ہو گئے۔ لہذا استنقراء امر سے پہلے کی روایات سے استدلال کرنا اصول کے خلاف ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

(درس ترمذی علامہ تقی عثمانی ۲/۶۵۸-۶۶۵)

ان تمام تفصیلی دلائل کے ذریعہ یہ بات کافی حد تک روشنی میں آچکی ہے کہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا اور اس کی ۲۰ رکعات پر اجماع ہونا ہی صحیح اور ثابت ہے۔ اس کے بعد اگر کسی کو کچھ اشکال ہو اور دل مطمئن نہ ہو تو تفہیم کی آخری سعی کے طور پر عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ ظاہر حدیث ہی پر عمل کرنا چاہتے ہیں اور آپ کا یہ دعویٰ حیلہ بد کے طور پر نہیں بلکہ سچا ہے تو آئیے! ان احادیث



کا مطالعہ کریں کہ خلفاء راشدین خصوصاً حضرت عمرؓ کے تعامل پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فیصلہ فرمایا ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص تم میں سے میرے بعد جیتا رہا تو وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ پس میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو اور دانتوں سے مضبوط پکڑ لو، نئی نئی باتوں سے احتراز کرو، کیوں کہ ہر نئی بات بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(مشکوٰۃ: ۱/۳۰)

پس غور فرمایا جائے کہ اس حدیث میں ہر نئی بات کو بدعت اور گمراہی قرار دے کر اس سے بچتے رہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتلادیا کہ میرا طریقہ تو سنت اور نجات دہندہ ہے ہی۔ میرے خلفاء راشدین کی سنت بھی واجب الاطاعت ہے۔ پھر کسی کی کیا حسد و جسارت ہے کہ تراویح کے اس مروجہ عمل کو جو تین خلفاء راشدین کے تعامل اور کثیر صحابہؓ کے اجماع سے جاری ہوئی ہے بدعت قرار دے کر انکار حدیث کا مجرم ہو؟

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ میری زندگی کتنی باقی رہ گئی ہے (اس لئے میں تم لوگوں کو تاکید کرتا ہوں کہ) میرے بعد تم لوگ ابو بکرؓ و عمرؓ کی اتباع کرو۔

(مشکوٰۃ: ۲/۵۶۰)

نیز آپ کا ارشاد ہے کہ تم سے پچھلی امتوں میں بعض لوگ ایسے ہوتے تھے کہ انہیں منجانب اللہ کچھ باتیں القاء کی جاتی تھیں اگر میری امت میں ایسا کوئی شخص ہے تو وہ عمرؓ ہے۔ یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ ”اللہ تعالیٰ یقیناً عمرؓ کی زبان سے حق کو جاری کرایا ہے اور وہ حق بولتے ہیں“

یہ ہیں وہ خوبیاں حضرت عمرؓ کی جن کی بناء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ان کی اتباع کا امر فرمایا ہے اب ایک طرف تین خلفاء راشدین اور کثیر صحابہؓ، ائمہ اربعہ اور ان کے تمام صالح مقلدین متقدمین و متاخرین دوسری جانب تنہا حضرت ابن تیمیہؒ اور ان کے نام لیوا غیسر مقلدین آپ ہی فرمائیں کہ حق و صواب کس کی طرف ہو سکتا ہے۔

صلائے عالم ہے یاران نکتہ داں کے لئے



## ترویجہ کے مسائل

آج کل یہ وباعا ہو گئی ہے کہ لوگ ان احکام سے مطمئن نہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو عطا فرمائے ہیں اور جس پر سلف سے خلف تک صحاحیہ کرام اولیاء و عظام، علماء و محدثین اور سلف صالحین عمل کرتے آ رہے ہیں۔ انہیں اس بات کی ہوس و حرص ہو گئی ہے کہ دین کے ہر معاملہ میں خاندان ساز اور نام نہاد اضافے کئے جاویں۔ ان کی نئی شکل و صورت بنائی جائے، اپنے منشا و امور خواہش کے سانچے میں ڈھال کر اس پر عمل کیا جائے۔ اس مزاج کے لوگوں کے نزدیک سلف صالحین — جو کہ دین و شریعت کی حقیقت و مزاج کو ہم سے زیادہ سمجھے ہوئے، ذوق علم و شوق عمل، یاقوت و استعداد کی چمکی اور دیانت و تقویٰ کے کمال میں بلاشبہ و بلا تشبیہ ہم سے بہت فائق و لائق تھے — کی اتباع اور ان پر اعتماد کو دو قیامی نوسیت اور خلاف شان تحقیق سمجھا جاتا ہے۔ اور رسم و رواج کی ہاں میں ہاں ملانا، عوام الناس کے رنگ ڈھنگ اور تقاضہ ہائے عادات سے مرعوب ہو کر ان کے آگے ہتھیار ڈال دینا بڑی خوبی و کمال کی بات تصور کی جاتی ہے۔ یہ حضرات مسائل کو قرآن و حدیث سے رجوع کرنے کی روشنی میں حل کرنے کے جوگر ہوتے ہیں۔ بالفاظ دیگر قرآن و حدیث اور احکام شریعہ کو اپنا پابند بنانا چاہتے ہیں۔

میں سچ عرض کرتا ہوں جب سے امت مسلمہ اس مزاج کی حامل اور اس منہاج کی ساراک ہوئی ہے پورے دین اسلام کا حلیہ و نقشہ بگاڑ کے رکھ دیا ہے اور تم باہائے تم یہ کہ ایک طبقہ نے تو مستقل اپنا مشغلہ یہ بنا رکھا ہے کہ بدعات و خرافات اور رسم و رواج کی سرپرستی و تحسینیت دامت در رہے، قندے، سنجے جس طرح بن کر پڑے کرتا رہے۔ تصنع اور تکلف کے ساتھ دروازہ کاڑتا ویلات اور بے شکے دلائل کے انبار ان بدعات کے شیوع و پھیلاؤ کی خدمت میں جھوٹے پر لگے ہوئے ہیں۔ اور امت کو جہالت و ضدت و عمیق و تاریک غار میں ڈھکیٹے جا رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ پاک نے ان پر تو کم کی اصلاح و ہدایت کی نازک و گراں بار ذمہ داری ڈالی تھی جس کی مسئولیت کے احساس سے

ذمہ دار علماء و مشائخ کا نپ اٹھتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ انما یشی اللہ من عبادہ العلماء (۱) آپ نے جو رسالہ ”مسائل شرعیہ“ کے نام سے (اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن کا مطبوعہ) جواب لکھنے کے لئے بھیجا ہے اس کا اور ناشر کا نام دیکھ کر خیال ہوا تھا کہ شاید کوئی اہم تحقیقی مقالہ ہوگا۔ مگر اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ ”کوہ کندن و کاہ بر آوردن“ کے مصداق ہے۔ اور کم از کم مجھے تو اس رسالہ پر ”اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن“ کا پر وقار بھاری بھر کم جملہ انتہائی بے تکا اور لفظ ”ریسرچ“ (تحقیق) کی تو بین معلوم ہوتا ہے۔ ناشرین نے ”ریسرچ“ تو کجا ”ریڈنگ“ کی زحمت بھی گوارا نہیں کی ہے۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ احکام شرع کے ثبوت کے لئے فقہاء کرام نے جو اصول متعین فرمائے ہیں وہ چار ہیں۔ کتاب اللہ، سنت، اجماع اور قیاس (۲) پھر ان میں بھی اصلاً کتاب و سنت ہی ماخذ حقیقی ہیں اور اجماع و قیاس ان کے تابع اور مخصوص شرائط کے ساتھ علی الترتیب اصل سے ثابت ہو، خواہ ہمیں ناپسند و ناگوار ہی ہو وہ دین و شریعت ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی حکمی حیثیت قوت ثبوت کے اختیار سے مختلف ہو سکتی ہے۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ اور جو عمل ان میں سے کسی اصل سے ثابت نہ ہو وہ دین سے خارج ہے۔ خواہ فی نفسہ کتنا ہی جھلا کیوں نہ معلوم ہو۔ اس وضاحت کے بعد مسئلہ زیر بحث کی وضاحت کرتے ہیں۔

**پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ ”ترویجہ“ اور اس کا حکم کیا ہے؟**

ترویجہ کا لغوی معنی مطلقاً بیٹھنے کے ہیں (۳) اور اصطلاح شرح میں نماز تراویح کے ہر چار رکعت کے بعد والے وقفہ استراحت پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور سی وجہ سے خود نماز تراویح کا نام ”تراویح“ ہوا۔

شریعت میں اس کی اصل و حقیقت بس اسی قدر ہے کہ رمضان المبارک کا ”قیام لیل“ چونکہ اپنی خاص فضیلت کے اعتبار سے دوسرے ایام کے مقابلہ میں طویل ہونا چاہیے جس کے لئے شارع نے ایک خاص نماز امت کو مرحمت فرمائی۔ اور اس میں افضل اور مسنون بھی ہے کہ کم از کم ایک مرتبہ تو کلام اللہ شریف پورا کیا جائے۔ (۶) اور آداب و شوق کی رعایت اگر رہے تو مزید طوالت قیام یعنی ایک سے زائد مرتبہ قرآن کا سننا سنانا بھی پسندیدہ ہے۔ اس لئے اس نماز میں مصلیوں کے آرام و راحت کی رعایت کرتے ہوئے ہر چار رکعت پر ایک ”وقفہ استراحت“ رکھا گیا

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول شریف بھی یہی تھا جیسا کہ امام بیہقیؒ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کیا ہے۔ (۷)

پھر صحابہ کرامؓ جنہوں نے اس عبادت کو باقاعدہ باجماعت جاری فرمایا تھا ان کا عمل بھی اسی طرح کا تھا کہ وہ چار رکعات پر کچھ آرام لے لیتے تھے (۸)

جہاں تک اس ”ترویج“ کی مقدار کا معاملہ ہے تو فقہاء نے صراحت فرمادی ہے کہ اس کی مقدار اصلاً اس قدر ہے جتنا وقت چار رکعات کے پڑھنے میں صرف ہوا۔ ہاں گرمصلیوں کو اتنا وقت گراں محسوس ہوتا اس میں امام تخفیف بھی کر سکتا ہے۔ (۹)

یہاں تک تو متفق علیہ گفتگو تھی جس میں غالباً کسی کو اختلاف نہ ہوگا۔ زیر بحث بات اس سے آگے کی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس ”وقفہ استراحت“ میں کیا کیا جائے؟ اور یہی سوال ہمارے ہاں خواہ مخواہ انتشار و افراق کا سبب بن گیا ہے۔ خواہ مخواہ اس لئے کہ اس کا جواب بالکل واضح اور ظاہر ہے جس میں نہ کچھ پیچیدگی ہے اور نہ ہی کچھ ابہام۔

اس لئے کہ فقہائے کرام اس موقع پر ہمیشہ یہی لکھتے آرہے ہیں کہ اس میں مصلی کو اختیار ہے کہ وہ اپنی مرضی سے راحت و سکون حاصل کرے۔ اور یہ اتنی صاف بے غبار بات ہے کہ ایک بچہ بھی اس کو باسانی سمجھ سکتا ہے کہ جب یہ وقفہ رکھا ہی استراحت کے لئے گیا ہے تو اس میں آرام لیا جانا چاہیے۔ اور بریلوی مکتب فکر کی مستند کتاب ”بہار شریعت“ میں بھی یہی مذکور ہے۔ (۱۰)

پھر آرام جس کو جس میں ملے۔ جس کا جی چاہے تلاوت کر لے جس کا جی چاہے ذکر کرے۔ کوئی چاہے درود شریف پڑھے۔ کوئی نفل پڑھنا چاہتا ہو وہ پڑھ لے کوئی خاموش بیٹھ کر ذہنی سکون حاصل کرنا چاہتا ہے تو کر لے تاکہ اگلی رکعتوں کے لئے نشاط و تازگی پیدا ہو جائے۔ غرض ہر مصلی مختار ہے کہ اپنے اختیار و پسند کا جائز اور مناسب انفرادی عمل منتخب کر لے اور اس پر عمل کرتا رہے۔ پھر جب چاہے اس کو تبدیل کر لے کسی اور عمل کو اختیار کر لے۔ کسی عمل کو وہ شریعت کی جانب سے فرداً بھی پابند نہیں چہ جائیکہ کسی اجتماعی عمل کو اس پر مسلط کیا جائے (۱۲) کبھی کبھار بلا پابندی اگر کوئی عمل ہو جائے تو خیر اس میں کوئی حرج نہیں تاہم پابند اس کا بھی نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ خود جامعہ نظامیہ کے ریسرچ فاؤنڈیشن یعنی تحقیقاتی ادارہ ”مجلس اشاعت العلوم“ جس کے بانی بانی جامعہ نظامیہ ہی ہیں — کی جانب سے آج سے ۴۸/۱۱۸ تالیس سال پہلے شائع شدہ کتاب

”حمایت الصلوٰۃ“ میں لکھا ہے ”دو دو کر کے جب چار رکعتیں پڑھ لی جائیں تو چار رکعت کی مقدار آرام سے بیٹھ کر ذکر الہی، درود شریف یا دعا وغیرہ پڑھنا چاہیے“ (۱۳) اس زمانے کے رائج عمل کا کہیں ذکر نہیں کیا اور جو فقہاء نے نقل فرمایا ہے کہ اہل مکہ کا تعامل ترویج میں طواف اور اہل مدینہ کا نوافل کا ہے (۱۴) سو اس کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اولاً تو یہ کہ یہ ان کے انفرادی عمل ہیں، گو سب اپنے اپنے طور پر ایک عمل کریں تو بظاہر اجتماعی ہی محسوس ہوتا ہو۔ ثانیاً اہل مکہ کے طواف کرنے کی وجہ دوسری بھی ہے وہ یہ کہ حرم شریف میں موجود آدمی کے لئے نوافل میں سب سے افضل عمل طواف کعبہ ہی ہے۔ پھر یہ نعمت اس جگہ کے علاوہ کہیں اور میسر بھی نہیں آسکتی۔ چنانچہ ایک ترویجات ہی میں کیا؟ فرض نمازوں کے علاوہ ہر وقت یہاں طواف کیا جاتا رہتا ہے۔ اور اہل مدینہ کا نفلوں والا تعامل ابتداء امام مالک کے مسلک کی وجہ سے رہا ہوگا۔ کیونکہ ان کے ہاں تراویح کی چھتیس رکعتیں ہیں (۱۵) بیس مع الجماعت اور سولہ بلاجماعت (یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے بلا اجتہاد یہ اضافہ فرمایا تھا) چنانچہ اب جب کہ وہاں مالکیوں کی کثرت نہیں رہی بلکہ ہر مسلک کے مسلمان موجود رہتے ہیں تو ترویج میں اس کی پابندی بھی اس طرح قائم نہیں رہی۔ لوگ دوسرے اعمال کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کے اعمال سے کسی فرد کی آزادی متاثر نہیں ہوتی۔ پھر ان سب تفصیلات کے صرف نظر ان کا یہ تعامل ہمارے لئے حجت بھی نہیں۔ (۱۶) پس اہل مکہ یا اہل مدینہ کے تعامل پر قیاس کر کے تسبیحات اور خلفاء راشدین کے نام ترویحوں میں اجتماعاً پکارنے کے مروجہ نام معقول عمل کے جواز کا فتویٰ دینا عقل و دیانت کا خون کرنا ہے۔

### دوسرا مسئلہ ہے خلفاء راشدین کے نام پکارنا

تمام اصحاب کرامؓ محترم اور مکرم ہیں۔ ان میں خلفاء راشدین بلاشبہ ایک عظیم مرتبہ کے حامل ہیں۔ ان کے نام بھی مبارک ہیں کام بھی۔ لیکن ان کے اسماء گرامی کا اس طرح ورد کرنا محض لغو اور بالکل بے معنی ہے۔ شریعت نے ان کے اتباع کی تعلیم تو دی ہے لیکن ان کے اسماء مبارکہ کے نعرے لگانے کا کوئی تصور امت کو نہیں دیا۔ اس عمل کے ثبوت کیلئے ایک بات زیر بحث فتویٰ میں یہ کہی گئی ہے کہ ”اس سے ترتیب خلافت راشدہ کا اظہار اور منکرین ترتیب کار مدقصد ہے۔“ (۱۷)

اس معصومیت اور بھولے پن کے قربان جائیں، کیسا بے تکا استدلال پیش کیا گیا ہے۔ آپ غور فرمائیں پہلے تو خود ان پکارنے والوں کو پتہ نہیں کہ وہ کای کہہ رہے ہیں۔ دوسرے جن کا رد کرنا ہے ان میں سے وہاں کوئی موجود نہیں ہوتا۔ تو اس اظہار کی ضرورت ہی کیا پیش آئی۔ پھر آپ ہزار بار اس ترتیب کا اظہار فرمائیں اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اس میں پیدا ہو رہا ہے کہ اسے نماز تراویح کا جز کس بنیاد پر اور کس دلیل شرعی سے بنایا گیا ہے؟

دوسری دلیل عند ذکر الصالحین تنزل الرحمہ سے پیش کر کے اسے موجب برکت و ثواب قرار دیا ہے (۱۸) حیرت ہوتی ہے کہ اس روایت کے ذریعہ اس کا ثبوت کیسے ہو گیا کہ ترویحات نغمہ میں خلفاء راشدین کے اسماء گرامی پکارے جائیں۔ حدیہ ہے کہ ”ذکر صالحین“ کا مفہوم تک مد نظر نہیں رکھا گیا۔ صالحین میں بلاشبہ خلفاء راشدین سب سے اول درجہ رکھتے ہیں مگر ذکر سے مراد ان کے احوال مجاہدات، ایثار و قربانی وغیرہ کا تذکرہ کر کے اس سے عبرت حاصل کرنا ہے؟ یا ان کا ”نام چینا“ مقصود ہے، اور اگر ان حضرات کے نزدیک نام کے نعرے ہی مقصود ہیں تو ایک خلفاء راشدین کی خصوصیت کیا ہے، بدل بدل کہ دوسرے صالحین کے نام بھی لئے جانے چاہیے۔ کیا یہ حضرات ان کے علاوہ کسی کو صالح لہ نہیں مانتے؟ اصل بات بس اس قدر ہے کہ وہ ”بدعت“ کی کسی طرح حفاظت چاہتے ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ لوگ سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت نہ سمجھنے لگیں۔ اور جب کوئی بدعت کہیں چھوٹی ہوئی دیکھیں تو اوہ یلا مچانے لگیں کہ سنت چھوٹ رہی ہے۔ (۱۹) اور سنتیں چھوٹنے کا کوئی غم نہ کریں۔

اعاذنا اللہ منہم۔

### تیسرا مسئلہ ہر ترویج کے بعد دعا کرنا

(الف) دعا عبادت کا مغز ہے (۲۰) جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس پر خفاء ہوتے ہیں (۲۱) اور بے شمار فضائل ہیں اس مبارک عمل کے۔ لیکن شریعت میں دعا کی عمومی تعلیم تو ہر ہر کام کے وقت دی گئی ہے اور خاص طریقہ خاص موقعوں پر مشروع ہوا۔ نمازوں کے بعد دعا کی قبولیت کی زیادہ اہمیت ہے۔ اس لئے اس وقت بس لوگ دعا کا اہتمام کرتے ہیں اور کرنا چاہیے۔ لیکن دو باتیں اس جگہ سمجھنے کی ہیں۔ تراویح مکمل بیس رکعات مشروع ہوئی ہیں۔ ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے

(۲۲) اور پڑھی بھی نہیں جاتی ہیں۔ اس لئے فقہاء نے اختتام تراویح پر دعا کو مستحب قرار دیا ہے (۲۳) ہر چار رکعت پر دعا کا ذکر کتب فقہ میں نہیں ملتا۔ اسی لئے اس میں مصلیوں کو اختیار ہے کہ دوسرے اعمال کی طرح اپنے لئے خواہ دعا کو پسند کر لیں۔ مگر یہاں سوال اس کی عادت بنا لینے اور عملاً ایک مخصوص ڈھنگ سے لازم کر لینے کا ہے اور اس کے لئے ثبوت چاہیے جو ندارد ہے، صاحب فتویٰ نے ثبوت کے لئے یہ الفاظ لکھے ہیں کہ ”ممانعت مصرح نہیں ہے“ (۲۴) ممانعت اگر مصرح نہیں ہے تو استحباب بھی منقول نہیں ہے۔ جب کہ انہوں نے استحباب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

(ب) عام طور پر یہاں کے مسلمان حنفی ہیں۔ اور احناف کے ہاں دعائیں ”انخفاء“ افضل ہے (۲۵) حتیٰ کہ نماز میں وَلَا الضالین کے بعد آمین کے بالجبر یا بالسر کہنے کی جو معرکہ آرائی ہے اس میں فقہاء احناف لانہ دعاء کہہ کر اس کے سر اہونے کو راجح قرار دیتے ہیں۔ خود قرآن میں ادعوار بک تصرع او خفیه (۲۷) فرمایا گیا ہے۔ یعنی ”اپنے پروردگار کو عاجزی و تضرع کے ساتھ ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو“ اور حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر اس طرح فرمایا: اذ نادى ربه نداء خفياً ”اور وہ وقت قابل ذکر ہے جب کہ انہوں نے اپنے رب کو چپکے سے پکارا تھا، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں بعض صحابہؓ کو زور سے تکبیر پکارتے ہوئے دیکھ کر فرمایا تھا کہ ”لوگو! اپنے اوپر نرمی سے کام لو کیونکہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں سنارہے ہو“ (۲۸) ”یہ معلوم ہوا کہ دعا کا ادب یہی ہے کہ وہ معمولاً تو چپکے سے کی جائے اور تعلیماً کبھی کبھی جبر سے کی جائے تو البتہ حرج کی بات نہیں۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ابن جریجؒ اور ابو بکر جصاصؒ کے حوالے سے سورہ اعراف آیت ۵۵ کے تحت نقل کیا ہے کہ دعا آہستہ کرنا افضل ہے اور زور سے مکروہ ہے (۲۹) اور جہاں تک حاکم کی روایت (۳۰) کا تعلق ہے وہ اصولی اعتبار سے اس موقع پر حجت نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو فقہاء اس موقع پر اس کا ذکر ضرور فرماتے۔ نیز اس روایت کے مقابلہ میں دوسری روایات بلکہ آیات قرآنیہ موجود ہیں۔ اس زمانے میں تو اکثر ائمہ حضرات تک ان پڑھی جانے والی دعاؤں کے معنی سے بے خبر رہتے ہیں، مصلیوں کا کیا کہنا، یہ تو اللہ معاف فرمائے اکثر جگہوں پر بس ایک تماشا ہو گیا ہے کہ امام جھوم جھوم کر اور راگیں نکال نکال کر کچھ دعاؤں کی تلاوت کر دیتے ہیں اور مقتدی آمین پڑھتے رہتے ہیں، نہ انہیں کچھ خبر نہ انہیں کچھ احساس: کہیں دعا (اللہ کو حاجت برابری

کے لئے پکارنا) ایسی ہوا کرتی ہے؟ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ غفلت ولا پرواہی سے کی جانے والی دعاؤں کو قبول نہیں فرماتا“ (۳۱) ایسی رسمی دعاؤں سے تو کچھ تلاوت کر لینا بہتر ہے کہ اس میں اللہ پاک کا کلام پڑھنے اور ان کا نام لینے کا کچھ ثواب تو مل جاتا ہے ہماری اس تفصیل کا حاصل یہ نکلا کہ ہر ترویجہ میں دعا کا اہتمام ثابت نہیں۔ ختم نماز کے بعد منقول و معمول ہے اور موجودہ رواجی طریقہ تو فرض نمازوں کے بعد بھی قابل اصلاح ہے۔ (۳۲)

### چوتھا مسئلہ نماز تراویح کے بعد مصافحہ کرنا

مصافحہ ملاقات کے وقت بالاتفاق مسنون ہے اور رخصت کے وقت باختلاف جائز ہے (۳۳) پھر اس میں وسعت و گنجائش بھی ہے کہ ہر کسی ملاقات پر کر لیا جائے۔ لیکن نمازوں کے بعد ملاقات کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور اگر مسجد سے باہر نکل کر آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات و مصافحہ کر لیا جائے تو اس میں سے بھی کوئی حرج محسوس نہیں ہوتا۔ اعتراض صرف اس پر ہے کہ نمازوں کے فوراً بعد (خواہ فجر و عصر ہو یا تراویح) جس طرح بالاتزامن مصافحہ کا رواج ہے، وہ دیکھنے والے کو بظاہر نماز کا ایک جزو کن محسوس ہوتا ہے۔ جب کہ یہ نماز کی ہیئت میں ایک طرح کی زیادتی و اضافہ ہے جو از روئے اصول شرعیہ ”بدعت“ قرار پاتا ہے۔ پھر اس سے پہلے عام طور سے سلام بھی نہیں کیا جاتا، جب کہ مصافحہ بغیر سلام کوئی چیز ہی نہیں۔ کیونکہ حدیث پاک میں مصافحہ کو ”متمم تحیہ“ (۳۴) یعنی سلام کا تکملہ قرار دیا گیا ہے۔ جب سلام ہی نہیں تو تکملہ کے کیا معنی؟ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم سلام بھی کرتے ہیں مصافحہ بھی تب بھی یہی کہا جائے گا کہ سلام بھی ملاقات کے آداب اسلامی میں سے ہے اور اس وقت ملاقات تو نہیں ہوتی۔ ملاقات اکثر نماز سے پہلے ہو چکی ہوتی ہے۔ نیز رواج کے عادی لوگوں کے طرز عمل سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ نمازوں کے بعد مصافحہ بر بناء ملاقات نہیں کرتے بلکہ لاعلمی سے اس کو اس وقت کا عمل شرعی سمجھ کر کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ وہ دو آدمی جو ساتھ گھر سے چلے، ساتھ ہی مسجد میں آ کر نماز میں شریک ہوئے وہ بھی بعد ختم نماز کے آپس میں مصافحہ کرتے ہیں۔ جس کا مطلب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ اسے ان نمازوں ہی سے متعلق ایک مستحب عمل سمجھتے ہیں۔ جس کا غلط اور بے بنیاد ہونا بالکل واضح و ظاہر ہے۔ اب آپ ہی سوچئے کہ علماء کرام کا کام ایسے غلط اعمال و عادات کی اصلاح کرنا ہے یا ان کی عرف



وعادت کا بہانہ بنا کر غیر ضروری تاویلات کے ذریعہ حمایت کرنا ہے؟ بنی اسرنیل کے علماء میں یہی کوتاہی تھی کہ وہ عوام کے مزاج اور سماج کی عادتوں کو احکام الہی کی حفاظت پر مقدم رکھا کرتے تھے اور آج بھی ایک طبقہ یہی کچھ کر رہا ہے۔

## حوالہ جات

- |                                       |                                      |
|---------------------------------------|--------------------------------------|
| (۲۱) ایضا: ۶/۲                        | (۱) فاطر: ۵۵                         |
| (۲۲) درس ترمذی: ۲/۲۵۲                 | (۲) قاموس الفقہ: ۱/۳۴۶               |
| (۲۳) فتاویٰ محمودیہ                   | (۳) اصول فقہ: ص ۸۰ بحوالہ المدخل     |
| (۲۴) مسائل شرعیہ: ص ۱۱                | (۴) المعجم الوسیط: ص ۳۸۰             |
| (۲۵) فتاویٰ محمودیہ: ۲/۳۵۹            | (۵) الفقہ علی المذاهب الاربعہ: ۱/۳۴۲ |
| (۲۶) سورہ اعراف: ۵۵                   | (۶) ہدایہ: ۱/۱۳۱                     |
| (۲۷) سورہ مریم: ۳                     | (۷) سبل السلام شرح بلوغ الام: ۲/۱۱   |
| (۲۸) مشکوٰۃ: ۲/۲۶                     | (۸) الفقہ علی المذاهب الاربعہ: ۱/۳۴۳ |
| (۲۹) معارف القرآن ۳/۵۷۶               | (۹) الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۱۱۵      |
| (۳۰) مسائل شرعیہ: ص ۱۱                | (۱۰) بہار شریعت                      |
| (۳۱) ترمذی کذا فی مشکوٰۃ: ۲/۷         | (۱۱) الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۱۱۵     |
| (۳۲) معارف القرآن تحت آیت ۱۵۵ الاعراف | (۱۲) امداد الاحکام: ۱/۵۳۹            |
| (۳۳) امداد الفتاویٰ: ۸/۷۰             | (۱۳) حمایت الصلوٰۃ: ۱/۲۷۳            |
|                                       | (۱۴) ہدایہ: ۱/۱۳۱                    |
|                                       | (۱۵) درس ترمذی: ۲/۱۵۲                |
|                                       | (۱۶) امداد الاحکام: ۱/۵۳۹            |
|                                       | (۱۷) مسائل شرعیہ: ص ۳                |
|                                       | (۱۸) ایضا: ص ۷                       |
|                                       | (۱۹) اقوال سلف: ص ۱۵                 |
|                                       | (۲۰) مشکوٰۃ: ۲/۵                     |

# ادارہ اشرف العالمین حیدرآباد

ریاست آندھرا پردیش کا ایک اہم اور قابل توجہ دینی، تعلیمی، اقامتی ادارہ ہے جہاں کل (2036) اور بورڈنگ میں (1060) طلبہ مقیم ہیں۔ جن کی بڑی تعداد کا ادارہ کفیل ہے۔ اس ہوش رُبا گرانی کے دور میں جبکہ چند افراد پر مشتمل مختصر سے کنبہ کا گزارہ بھی مشکل ہو رہا ہے، اتنے بڑے ادارے کا نظام محض فضل الہی اور غیور مسلمانوں کی ہمدردی پر قائم ہے۔

اس لئے تمام مسلمانوں سے پر خلوص اپیل کی جاتی ہے کہ اس ادارہ کی ہمہ جہتی ترقی میں بھرپور تعاون فرمائیں۔

والسلام

محمد عبدالقوی  
ناظم ادارہ

# 17-1-391/2/79/A, Khaja Bagh Colony, Sayeedabad,  
Hyderabad- 500059. A.P. India.

Ph: 040-24070681, 64540682, 24556487, 24551251,

Fax: 040-24071131 A/c : 862710100001625, Bank of India.

